جگن ناتھ آزاد

طبل و علم

بیورو آف کشمیر انفارمیشن۔ نئی دہلی

جناب پرویز کی نذر

جگن ناتھ آزاد

29.11.48

شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

طبل و علم

جگن ناتھ آزاد

نومبر ۱۹۴۸ء

تعداد اشاعت ۵۰۰۰ قیمت ایک روپیہ

کشمیر بیورو آف انفارمیشن نے مفیدِ عام پریس نکلسن روڈ دہلی سے
چھپوا کر ۵ - پرتھوی راج روڈ نئی دہلی سے شائع کی -

ترتیب

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

میں اِس شعر کے ساتھ یہ چھوٹا سا مجموعۂ افکار
اُس امیرِ کارواں کی نذر کرتا ہوں جسے عُرفِ عام میں

شیخ محمد عبداللہ

کہتے ہیں اور جسے کشمیر کی جلیل و جمیل دنیا اپنے لئے
فرشتۂ رحمت سمجھتی ہے۔

جگن ناتھ آزاد

حرفِ اوّل

جگن ناتھ آزاد کشمیر نژاد نہیں لیکن اُس کے سینے میں آزاد مُلک کے آزاد شاعر کا دل دھڑک رہا ہے اس لئے اُس کے جذبات و احساسات جنگِ کشمیر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ جب اُس نے سرزمینِ کشمیر سے سینکڑوں میل دُور بیٹھ کر نگاہِ دل سے جنگِ کشمیر کا نظارہ کیا تو اس ہنگامے کے مختلف پہلوؤں کو اس کے قلم نے نہایت خوبصورتی سے شعر کے سانچے میں ڈھالا۔ اور بقولِ حضرتِ جوش ملیح آبادی "اس کے انفاسِ گرم نے ان نظموں میں وہ برقی رَو دوڑا دی ہے جو ادب کے افق پر ہمیشہ درخشاں رہے گی"۔

ہندوستان کے اس مشہور و مقبول شاعر نے یہ نظمیں کہہ کر اہلِ وطن اور بالخصوص اہلِ کشمیر کی نگاہوں میں پہلے سے زیادہ بلند اور مفتخر مقام حاصل کر لیا ہے ہم ممنون ہیں کہ آزاد نے یہ نظمیں جن کے ایک ایک لفظ میں کشمیر کے جنگ زدہ باشندوں کا دل دھڑک رہا ہے اشاعت کے لئے ہمیں دی ہیں ہم نہایت فخر و مسرت کے ساتھ آزاد کا یہ مجموعۂ کلام — طبل و علم — اہلِ ہند اور بالخصوص اہلِ کشمیر کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ مُژدہ جانفزا بھی سُناتے ہیں کہ عنقریب ہی جنگِ کشمیر کے موضوع پر ہم شاعرِ انقلاب جناب جوش ملیح آبادی کی ایک جامع نظم ان کی خدمت میں پیش کریں گے۔

کے این بامزئی

ڈائرکٹر بیورو آف کشمیر انفارمیشن

اور

ع۔ م طارق

ممبر جنرل کونسل کشمیر نیشنل کانفرنس

۵۔ پرتھوی راج روڈ

نئی دہلی

پیش لفظ

شاعرِ انقلاب جنابِ جوش ملیح آبادی

عزیزی جگن ناتھ آزادؔ میرے محترم دوست، اور ملک کے مایۂ ناز شاعر حضرت تلوک چند محرومؔ کے صاحب زادے اور اس رشتے سے میرے بھتیجے ہیں۔

ان کی نظموں کا یہ مجموعہ "طبلِ و علم" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ تمام تر ان نظموں پر مشتمل ہے جو کشمیر کے ہنگامے پر کہی گئی ہیں۔

یہ سچ ہے کہ وہ شاعری جو نوعِ انسانی کے اٹل اور مستقل جذبات سے وابستہ ہوتی ہے، وہی زندہ و پائندہ رہتی ہے، اور ہنگامی شاعری عموماً "خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود" کا مصداق بن کر رہ جاتی ہے۔

مگر جیسا کہ ہر کلیے میں ایک استثناء ہوتا ہے، اُسی طرح

اگر وقتی و ہنگامی شاعری کو ایک ایسی زبردست شخصیت مل جاتی ہے جو اُسے ادب کی ابدی قدروں سے مالا مال کر دیتی ہے تو ایسی شاعری پر بھی مُہرِ دوام ثبت ہو جاتی ہے۔

چنانچہ "طبل و علم" کی ہنگامی نظموں کے ساتھ یہی استثنائی عمل ہُوا ہے، اور آزاد کے انفاسِ گرم نے ان میں وہ برقی رَو دوڑا دی ہے جو ادب کے اُفق پر ہمیشہ درخشاں رہے گی۔

آزاد اچھے آدمی بھی ہیں، اچھے شاعر بھی ہیں اور اچھے زمزمہ پرداز بھی، اور یہ تینوں بلند اوصاف بہت ہی شاذ کسی ایک ہستی میں مجتمع ہوا کرتے ہیں۔

میری دِلی آرزو ہے کہ یہ نظمیں کشمیر کی طرح پھلیں، پھُولیں۔ اور اپنی خوشبو سے حال و مستقبل دونوں کے مشامِ جاں کو مُعطّر کرتی رہیں۔ اور مجھے اس امر کا یقینِ کامل ہے کہ میری یہ آرزو ضرور پُوری ہو کر رہے گی۔

جوش

دہلی
۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء

کشمیر کا جھنڈا

کسانوں کا نشاں یہ سطوت کشمیر کا جھنڈا

زمیں پر خلد سے اُتری ہوئی تصویر کا جھنڈا

بصد شوکت بصد عظمت فضا میں آج لہرایا

وطن کی حریت پرور ہوا میں آج لہرایا

یہ جھنڈا جس کے رنگوں میں نہاں ہی داستاں اپنی

پر افشاں جس کی رو میں زمزمے اپنے فغاں اپنی

یہ جھنڈا جس میں ماضی کا فسانہ جلوہ آرا ہے

یہ جھنڈا جس میں آزادی کا چہرہ آشکارا ہے

یہ جھنڈا جو ہماری آرزوؤں کا نشیمن ہے

اُمنگوں کا جو مرکز ہے تمنّاؤں کا مسکن ہے

یہ جھنڈا آشکارا جس سے ہیں قربانیاں اپنی

یہ جھنڈا جس کے رِشتوں پر لکھی ہے داستاں اپنی

یہ جھنڈا یہ ہماری جنگِ آزادی کا آئینہ

ہماری طُرفہ بربادی و آبادی کا آئینہ!

یہ جھنڈا ہیں شکستوں کی منقّش جس پہ تصویریں

یہ جھنڈا جس میں غلطاں مشعلِ نصرت کی تنویریں

یہ جھنڈا جس کے نیچے قوم سنگینوں سے ٹکرائی

یہ جھنڈا جس کے نیچے زندگی مستی میں لہرائی

یہ جھنڈا جس کے نیچے سر بکف نکلے جواں اپنے

یہ جھنڈا جس نے لٹوائے بہاریں گلستاں اپنے

یہ جھنڈا جس کی جان و دل سے ہمنے پاسبانی کی

یہ جھنڈا حسرتیں جس پر ہوئیں قرباں جوانی کی

یہ جھنڈا جو امیرِ کاروانِ عشق و مستی ہے

یہ جھنڈا جو ہماری داستانِ عشق و مستی ہے

یہ جھنڈا جرم تھا اس سرزمیں پر جس کا لہراتا

یہ جھنڈا جرم تھا جس کا زباں پر نام بھی لاتا

وہ جھنڈا آج اپنی سرزمیں پر جلوہ آرا ہے

کروڑوں آرزوؤں کا اُمنگوں کا سہارا ہے

یہ مزدوروں کا پرچم یہ غلام آباد کا جھنڈا

یہ جھنڈا آج ہے جو خطۂ آزاد کا جھنڈا

یہی ہے ابتدا اپنی یہی ہے انتہا اپنی
یہی ہے جس کے رنگوں میں نہفتہ ہے وفا اپنی
ہماری راہِ منزل بھی یہی ہے اور منزل بھی
یہی کھیتی ہماری ہے یہی کھیتی کا حاصل بھی
ہماری رزم اسی سے ہے ہماری بزم اسی سے ہے
شجاعت گاہِ عالم میں ہمارا عزم اسی سے ہے
یہ وہ جھنڈا ہے جسکو دیکھ کر آنکھوں میں نُور آئے
یہ وہ جھنڈا ہے جسکو دیکھ کر دل میں غرُور آئے

اسی جھنڈے سے وابستہ ہے ویرانوں کی آبادی

اسی جھنڈے میں ہے آرام فرما روحِ آزادی

خرد کا بھی جنوں کا بھی یہی جھنڈا ٹھکانہ ہے

یہی جھنڈا ہے جو اپنی جبیں کا آستانہ ہے

اسی جھنڈے کے سائے میں ہم آگے بڑھتے جائینگے

اسی کے فیض سے ہم ہند کو جنّت بنائیں گے

یہ جھنڈا منزلِ مقصود ہے اپنی نگاہوں کا

یہی جھنڈا ہے جو معبود ہے اپنی نگاہوں کا

انقلابیوں کا نعرہ

حصولِ آزادی سے پہلے

صُبح ہوئی ہے مشرق سارا ہند سے اب بیدار ہوا ہے
ایسی مستی لہرائی ہے ہر ذرہ سرشار ہوا ہے
آزادی کے نغموں سے بھارت کی فضائیں گونج رہی ہیں
ذرّوں کی چھاتی دھڑکی ہے مست ہوائیں گونج رہی ہیں

نوابوں اور راجاؤں کا دور جہاں سے مٹنے کو ہے
چند دنوں میں ظلم و ستم کا طور جہاں سے مٹنے کو ہے
اپنی یہ چھوٹی سی دنیا یہ بد امنی کا گہوارہ
جس کی ایک نظر سے ہے تہذیب کا دامن پارہ پارہ
جس میں ہر آزاد منش پر زنداں کے در کھل جاتے ہیں
آزادی کا ذکر بھی جرم ہے جس میں یہ پیغام آتے ہیں
آج اس چھوٹی سی دنیا میں ہنگاموں نے لی انگڑائی
آزادی کے نعرے جاگے اور غلامی کو نیند آئی

ظلم و ستم کا جور و جفا کا نام نہ اب رہنے پائے گا
بدامنی کا یہ اندھیارا نور میں ہی گم ہو جائے گا
عزم کی مشعل ہاتھ میں لے کر آگے بڑھتے جائیں گے ہم
آزادی کے ہیں متوالے موت سے کیا گھبرائیں گے ہم!

نیا ترانہ

آزادی نے رنگ جمایا دَورِ غُلامی بیت گیا

بیت گیا ——— دَورِ غُلامی بیت گیا

اب وقت ہے کہ دیس کو جنت بنائیں ہم

دیرینہ پستیوں سے وطن کو اُٹھائیں ہم

اس طرح اتحّاد کے نغمے سُنائیں ہم

پیارے وطن میں پریم کا دریا بہائیں ہم

آزادی نے رنگ جمایا دَورِ غُلامی بیت گیا

بیت گیا ——— دَورِ غُلامی بیت گیا

اب اپنے عزم کو ہے نیا راستہ پسند

اپنا وطن ہے آج زمانے میں سَر بلند

پہنچا سکے گا اس کو زمانہ نہ اب گزند

اپنا عَلَم ہے چاند ستاروں سے بھی بلند

آزادی نے رنگ جمایا دَورِ غُلامی بیت گیا

بیت گیا ——— دَورِ غُلامی بیت گیا

اپنے وطن کا آج بدلنے لگا نظام

اپنے وطن میں آج نہیں ہے کوئی غلام

اپنا وطن ہے راہِ ترقی پہ تیز گام

آزاد بامراد و جواں بخت و شادکام

آزادی نے رنگ جمایا دورِ غلامی بیت گیا

بیت گیا —— دورِ غلامی بیت گیا

اُترا ہے امتحاں میں وطن آج کامیاب

اب حریت کی زلف نہیں محوِ پیچ و تاب

دولت ہے اپنے ملک کی بے حدّ و بے حساب

ہونگے ہم آپ ملک کی دولت سے فیضیاب

آزادی نے رنگ جمایا دَورِ غُلامی بیت گیا

بیت گیا ——— دَورِ غُلامی بیت گیا

طلوعِ آزادی

ایک مُدّت کے بعد آج اپنا وطن

بند زارِ غلامی سے آزاد ہے

وُہ جو ایّام کلفت کے تھے ہو چکے

ختم اب باغ سے دَورِ صیّاد ہے

آج آغاز ہے اک نئے دَور کا

اب مُقدر میں اپنے غُلامی نہیں

ہر بشر آج شاداب و سیراب ہے

اب کسی رُوح میں تشنہ کامی نہیں

آج مسرور ہو رُوحِ کشمیر پھر

آفتاب آسماں پر وُہ اُبھرا نیا

دیکھ تیری نگاہوں کے ہے رُوبرُو

حریّت کا دلاویز نقشہ نیا

ڈاکوؤں کی چڑھائی

جب ڈاکوؤں نے کر دی کشمیر پر چڑھائی

شاباش کی صدائیں سرحد سے دیں سُنائی

جور و ستم سے ان کے جب گھر جلے ہزاروں

پنجاب[1] مطمئن تھا اس نے خوشی منائی

پیٹھ اُن کی خوب ٹھونکی دُنیا کو یہ بتایا

رُکتے نہیں یہ ہم سے ہیں گرچہ اپنے بھائی

[1] مغربی پنجاب سے مُراد ہے

اس کیفیت پہ بولا انصاف آسماں سے

اپنا بھلا جو چاہے اوروں سے کر بھلائی

انصاف کی صدا نے گرما دیا دِلوں کو

شاعر نے شعر میں کی یوں اس کی ہمنوائی

راعی کبھی نہ ہوگا دلدادہ راستی کا

جب خود ہو سلطنت کا طرزِ عمل ریائی

ہندوستانی سپاہیوں کا ترانہ

کشمیر کے میدانِ جنگ میں

ہمارے کارنامے چاند تارے بن کے چمکیں گے

وطن کے عرش پر نوری غبارے بن کے چمکیں گے

نظر میں جگمگاتے نور پارے بن کے چمکیں گے

بھیانک رات میں دلکش شرارے بن کے چمکیں گے

وطن کے یہ نظارے اس طرح سے جگمگائیں گے
کہ مشرق اور مغرب کے ممالک رشک کھائیں گے

ہمارے کارناموں سے وطن کا نام روشن ہے
انہیں کی صبح سے بزمِ جہاں کی شام روشن ہے

سیہ بختی تری اے دشمنِ ناکام روشن ہے
کہ دنیا پر ہماری ضربتِ صمصام روشن ہے

ہم اس کے زور سے رکھیں گے جھنڈا سربلند اپنا
خدا چاہے تو ہوگا ہر ارادہ ارجمند اپنا

نہیں جن کا جواب اب تک ہم اُن کے نام لیوا ہیں

ہم ارجن کے فدائی، فاتح خیبر کے شیدا ہیں

جو رُک جائیں تو پربت ہیں، خراماں ہوں تو دریا ہیں

وطن کے عشق میں سودا بہ سر ہیں سر بہ سودا ہیں

تجھے اے دشمن بد بیں نہیں ہم چھوڑنے والے

کہ ہم ہیں وقت کی سنگیں کلائی موڑنے والے

تصوّر ہیں تمہارے ہیں جو تصویریں بدل دینگے

تمہارے خواب کی اِک روز تعبیریں بدل دینگے

تمہاری آیۂ ہستی کی تفسیریں بدل دیں گے
اُڑاتے پھرتی ہیں تم کو جو تدبیریں بدل دیں گے
نظامِ رزم کو ہم بزم کی تصویر بخشیں گے
بھیانک ظلمتوں کو صُبح کی تنویر بخشیں گے!

کشمیر میں لڑنے والے

ہندوستانی سپاہیوں کے نام

بہادرانِ صف شکن ! بڑھے چلو بڑھے چلو

دلاورانِ تیغ زن ! بڑھے چلو، بڑھے چلو

چمن چمن دمن دمن، بڑھے چلو بڑھے چلو

سروں سے باندھ کر کفن بڑھے چلو بڑھے چلو

بہادرانِ تیغ زن ! بڑھے چلو، بڑھے چلو

مُجاہدانِ تیغ زن ! وطن کی آن تم سے ہے

ہر اِک عُروج تم سے ہے ہر اِک اُٹھان تم سے ہے

وطن کی لاج تُم سے ہے وطن کی شان تم سے ہے

مثالِ دجلہ و چمن بڑھے چلو، بڑھے چلو

بہادُرانِ صف شکن بڑھے چلو، بڑھے چلو

وطن کے دشمنوں کو تُم وطن سے اب نکال دو

چمن میں ہے جو خار و خس چمن سے اب نکال دو

وطن کے ماہتاب کو گہن سے اب نکال دو

ہو پُر بہار پھر وطن، بڑھے چلو، بڑھے چلو

بہادرانِ صف شکن! بڑھے چلو، بڑھے چلو

تمہارے حوصلوں کا لاجواب رنگ ڈھنگ ہو

اُڑی میں، میرپور میں کچھ اس طرح سے جنگ ہو

کہ دشمنوں پہ آج عرصۂ حیات تنگ ہو

امینِ عظمتِ وطن! بڑھے چلو، بڑھے چلو

بہادرانِ صف شکن! بڑھے چلو، بڑھے چلو

کچھ اس طرح بڑھے قدم، کچھ اس طرح اُٹھے نظر

کہ گام گام پر تمہاری ہمعناں رہے ظفر

بڑھے چلو، بڑھے چلو علم وطن کا کھول کر

دکھا کے اپنا بانکپن بڑھے چلو، بڑھے چلو

بہادرانِ صف شکن! بڑھے چلو، بڑھے چلو

کشمیر میں شہید ہونیوالے

ہندوستانی سپاہیوں کے نام

پاسبانانِ گلستانِ وطن ! تم پر سلام

جاں سپاران و شجاعانِ زمن ! تم پر سلام

ہند کے کوہ و دمن پر تم نے آنچ آنے نہ دی

بھیجتے ہیں ہند کے کوہ و دمن تم پر سلام

جان دے دی اور بچالی آن ملک و قوم کی
آبرو و عظمت و شانِ وطن ! تم پر سلام

خون دے کر تم نے سینچا ہے گلستانِ وطن
پاسبانانِ گل و سرو و سمن ! تم پر سلام

سطوتِ ہندوستاں کے پاسبانانِ جلیل
حاملانِ عظمتِ گنگ و جمن ! تم پر سلام

اے شہیدانِ وطن ! اے ہر فرد شانِ وطن !
بھیجتی ہے آج دنیائے وطن تم پر سلام

اے تمہارے غیر فانی کارناموں کے طفیل

زندہ ہے پھر عظمتِ دورِ کہن، تم پر سلام

جان دے کر مرتبہ تم کو شہیدوں کا ملا

اے جواں مردانِ خونیں پیرہن تم پر سلام

ہر طرف سے آفریں، ہر سمت سے ہے مرحبا

چار جانب سے شہیدانِ وطن تم پر سلام

کونسا دل ہے نہیں جس میں تمہاری یادگار

ہاں سلام اے خفتگانِ بے کفن تم پر سلام

ہند کے سرتاج نہرو اور عبد اللہ آج

بھیجتے ہیں اے شہیدانِ وطن تم پر سلام

کشورِ ہندوستاں کے مرد و زن کی سمت سے

بزم در بزم انجمن در انجمن تم پر سلام

اور پھر اک شاعرِ آزاد کتنے فخر سے

کہہ رہا ہے سرفروشانِ وطن تم پر سلام

ہندوستانی فوج اور قبائل

روزانہ "نوائے وقت" لاہور میں ابوالاثر حفیظ جالندھری کی ایک نظم شائع ہوئی ہے جس میں مرہٹوں، سکھوں، گورکھوں اور ڈوگروں کو وحشی درندے کے نام سے یاد کیا گیا ہے چنانچہ اس نظم کا ایک شعر ہے۔

یہ موذی سکھ، یہ بزدل ڈوگرے وحشی درندے ہیں۔ مرہٹے گورکھے سفّاک ہیں ایذادہندے ہیں

اور کشمیر کی تباہی کا النزام ان کے سر تھوپا گیا ہے۔ اتنے بڑے شاعر سے اتنی بڑی غلط بیانی اور بدزبانی کی توقع نہ تھی۔ اور یہی غیر متوقّع صورت حال زیرِ نظر نظم کی محرّک ثابت ہوئی ہے۔

"مرہٹے گورکھے سکھ ڈوگرے وحشی درندے ہیں"۔

تری حق گوئی کا فردوسیٔ اسلام کیا کہنا!

قبائل وہ بچارے تو چرندے ہیں، پرندے ہیں
سراسر کفر ہے بدگوئی ہے ان کو بُرا کہنا

مرہٹّے گورکھے سکھ ڈوگرے ہی قتل و غارت کو
چڑھے کشمیر پر ہتھیار پاکستان سے لے کر
جلائیں بستیاں دوزخ بنایا باغِ جنّت کو
قبائل ؟ عورتیں وُہ تو اُٹھا لائے ہیں لے دیکھ

مرہٹے، گورکھے، سکھ، ڈوگرے ہیں کشتنی سارے

اُمیدِ شاہِ پاکستاں کا خوں ہے ان کی گردن پر

قبائل کی خطا کیا ہے؟ بُرے کیوں ہیں وہ بیچارے

وُہ ہیں ایثار کے پُتلے کہ جاں دیتے ہیں راشن پر

نیا دور

صُبح کے انوار میں گُم ہو گئے ظُلماتِ شام

جلوہ گر ہے مسندِ کشمیر پہ با احتشام

شیخِ عبداللہ وہ زندانیٔ دورِ فرنگ

نام پر جس کے ہزاروں رحمتیں لاکھوں سلام

لے لیا ہے آہِ مظلوماں نے آخر انتقام

شیخِ عبداللہ وہ عالی ہمم، عالی مقام

کاروانِ حرّیت کا رہنمائے تیز گام

شیخِ عبداللہ وہ معتوبِ بزمِ راجگاں

شیخِ عبداللہ وہ محبوبِ دلہائے عوام

وہ کہ جس کے ہات میں ہے آج اُمارت کی زمام

ختم ہے ماحولِ استبداد کا تعزیر کا

دَور دَورہ آج ہے کشمیر میں کشمیر کا

"کاک شاہی!" اب تری سطوت فسانہ ہو گئی

ہے شکستِ انجام ہر حلقہ تری زنجیر کا

رُوبرُو ہے آج عالمِ خُلد کی تصویر کا

جگمگایا رات کے پردے میں ایوانِ سحر

ظُلمتیں گُم ہوگئیں دیکھا جو سامانِ سحر

دوستو! اب دَورِ ظلمت کا زمانہ بھُول جاؤ

نُور کی دولت سے ہے لبریز دامانِ سحر

چُبھ گیا ہے رات کے سینے میں پیکانِ سحر

بخت پر نازاں ہے دنیائے حسینِ کشمیر کی

رُوکشِ عرشِ بریں ہے سرزمیں کشمیر کی

جس طرف بھی دیکھئے ہے لالہ و گُل کا ہجُوم

لالہ و گُل میں دمکتی ہے جبیں کشمیر کی

مُسکرا اے لیلئ محمل نشیں کشمیر کی!

تقاضائے کشمیر

مرے شجیع و جسُور و غیور فرزندو!

تمہیں قسم ہے وطن کے حسیں نظاروں کی

تمہیں قسم ہے مہکتی ہوئی . بہاروں کی

تمہیں قسم ہے دلاویز مرغزاروں کی

تمہیں قسم ہے فلک بوس کوہساروں کی

وطن کا گیسوئے قسمت سنوارنا ہے تمہیں
جو بارِ قرض ہے اس کو اُتارنا ہے تمہیں

اُٹھو عدو کے لئے مثلِ کوہسار بنو
بڑھو روانی و مستی میں رودبار بنو
جو رَن میں جاؤ تو بجلی بنو شرار بنو
چمن میں آؤ تو پھر ابرِ نو بہار بنو

بہ عزم نوردشِ آسماں بدل ڈالو
اُٹھو اور اُٹھ کے نظام جہاں بدل ڈالو

وطن کے گیسوئے قسمت سنوارنے والو

چمن کا چہرۂ زیبا نکھارنے والو

مرا شکستہ سفینہ اُبھارنے والو!

تفنگ و تیغ پہ سجدہ گزارنے والو!

مثالِ موجِ یم بیقرار بڑھتے چلو

بلند و پست میں دیوانہ وار بڑھتے چلو

شیرِ کشمیر سے

اے نئے کشمیر کی دُنیا کے معمارِ عظیم!

اے مجاہد! اے سپاہی! اے فقیرِ بے گلیم

اے کُہستاں زادہ! اے پروردۂ باغِ نعیم

اے تری اک ضربِ ادنیٰ سے دلِ دشمن دونیم

اے تری ہمّت مرے افکار کی صورت بلند

اے قدم تیرا رواں جیسے مری طبعِ سلیم

اے کہ اس دورِ سموم و صرصرِ بے باک میں

ہر نفس تیرا ہے کشمیر اک موجِ نسیم

چھوڑ دے اب مجلسِ اقوامِ عالم کا خیال

اب ترے ناوک ہوں دشمن کے کلیجے میں مقیم

مجلسِ اقوامِ عالم کی طرف مُڑ کر نہ دیکھ

دیکھ کیا کرتا ہے پھر لطفِ خداوندِ کریم

مجلسِ اقوامِ عالم ہے کفن چوروں کی بزم

کر گیا ہے فاش یہ اسرارِ مشرق کا حکیم[1]

---

[1] برفتند تا روشِ رزم دریں بزمِ کہن ——— دردمندانِ جہاں طرحِ نو انداختہ اند
من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند ——— بہرِ تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند (اقبال)

مجلسِ اقوام عالم کیا ہے سحرِ سامری

توڑ دے اس سحر کو اے صاحبِ ضربِ کلیم

مجلسِ اقوام عالم کے ہیں جو رُکنِ رکین

جانتے ہیں ہم کہ اب کیا چاہتے ہیں وہ لئیم

مجلسِ اقوام عالم کو صداقت ہو پسند

مان سکتی ہے کہاں اس بات کو عقلِ سلیم

تصویرِ کشمیر

ابوالاثر حفیظ جالندھری سے معذرت کے ساتھ

دَور دَورہ ڈاکوؤں کے خنجر و شمشیر کا
ہو گیا بدخواہ ہر اک صلح کی تدبیر کا
گھونٹ ہی ڈالا گلا تخریب نے تعمیر کا
ہو گیا مسمار گھر انسان کی توقیر کا

نالہ کش ہے خطۂ[۱] پاکستان کی تزویر کا
ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

شعلہ زارِ آتشِ دوزخ ہیں اس کے مرغزار
قافلے مظلوم لوگوں کے قطار اندر قطار

بے کفن لاشوں کے اس میں نقشِ عریاں بیشمار
داغہائے خونِ عصمت سے ہوئی ہے داغدار

بھر گئے ہیں اس میں رنگِ زشت اپنا زشت کار
ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

[۱] اہلِ کشمیر اپنے وطن کو خطہ بھی کہتے ہیں۔

لوٹنے والے اُٹھا کر مال و دولت لے گئے

وادیٔ کشمیر سے آرام و راحت لے گئے

تازگی شاخوں سے اور پھولوں سے نزہت لے گئے

اہلِ دوزخ رونقِ گلزارِ جنّت لے گئے

جان تک قربان ہو جس پر وہ عزّت لے گئے

ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

روزِ اوّل سے بھلا ہے دِل درندوں کا نہیں

لوٹ لینے اور کھا جانے کا ہے سودا نہیں

مضطرب رکھتا ہے اکثر خون کا چسکا انہیں

کوئی روئے کوئی تڑپے کچھ نہیں پروا انہیں

عورتوں کی بے بسی پر بھی نہ رحم آیا انہیں

ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

سُورما ہندوستاں کے جب سے ہیں سر گرمِ کار

ہو رہے ہیں وحشیوں کے غول وقفِ انتشار

خطۂ کشمیر ہے ان کے لہُو سے لالہ زار

بچ گئے ہیں جو اُنہیں در پیش ہے راہِ فرار

حامیوں پر اُن کے ہے انجام اُن کا آشکار

ایک پہلو یہ بھی ہے کشمیر کی تصویر کا

پناہ گزین

خموشیوں میں حادثوں کی داستاں لئے ہوئے

دلِ حزیں میں درد و غم کا اک جہاں لئے ہوئے

نگاہ میں حدیثِ جورِ دوستاں لئے ہوئے

رواں ہے ایک قافلہ

مکاں کسی کا جل گیا کسی کا گھر اُجڑ گیا

کسی سے کوئی زندگی کا آسرا بچھڑ گیا

لُٹی ہوئی بُجھی ہوئی جوانیاں لئے ہوئے

رواں ہے ایک قافلہ

اگرچہ دُور آچکے دھڑک رہے ہیں دل ابھی

قدم میں کپکپی سی ہے نظر ہے مضمحل ابھی

خموش لب پہ حشرِ نالہ و فغاں لئے ہوئے

رواں ہے ایک قافلہ

بُجھی بُجھی نگاہ میں اُمید بھی ہے یاس بھی

نظر میں حوصلے بھی ہیں محیط ہے ہراس بھی

غرض عجیب رنگ کی کہانیاں لئے ہوئے

رواں ہے ایک قافلہ

بیانِ نُطق میں زبانِ شعر میں نہ آ سکے

جسے فقط نگاہِ غم نصیب ہی سُنا سکے

تباہیوں کی وہ مُہیب داستاں لئے ہوئے

رواں ہے ایک قافلہ

غلط فہمی

ہم تو یہ سمجھے تھے اے انگریز! آزادی کے بعد

اپنی اِس خاکِ وطن پر ناز فرمائیں گے ہم

ہم تو یہ سمجھے تھے جب گلشن سے جائے گی خزاں

ہر طرف گلزار میں نغمات برسائیں گے ہم

ہم تو سمجھے تھے طلوعِ مہرِ آزادی کے بعد

مطلعِ اُمّید سے تاریکیاں چھٹ جائیں گی

روک رکھا ہے جنہوں نے نور کے سیلاب کو

آسمانِ ہند کی وہ بدلیاں پھٹ جائیں گی

ہم تو سمجھے تھے جہاں تو چھوڑ جائے گا اسے

اُس سے کچھ آگے قدم اپنا بڑھائے گا وطن

کام لے گا اِس طرح اِدراک سے تدبیر سے

گردشِ تقدیر کو آنکھیں دکھائے گا وطن

جانے والے ! کیا خبر تھی تیری نیت کی ہمیں

کیا خبر تھی تو نئے فتنے اُٹھا کر جائے گا

کھول کر تاریخ عالم میں نیا بابِ جدل

تو ہماری راہ میں کانٹے بچھا کر جائے گا

تو نے پائیں زندگی کی راحتیں جس دیس میں

کیا خبر تھی یوں اُسے ٹھوکر لگا کر جائے گا

یہ تصوّر تک نہیں تھا جنّتِ کشمیر کو

او جفا اندیش! تو دوزخ بنا کر جائے گا

کشمیر کا نیا ترانہ

جشنِ آزادی کے نئے ماحول میں

دَورِ غُلامی بیت گیا

آزادی نے رنگ جمایا دَورِ غُلامی بیت گیا

غیر کی چالیں ہار گئیں اخلاص ہمارا جیت گیا

ہر سُو ایک تجلّی پھیلی شب کا اندھیرا دُور ہوا

خاکِ وطن کا ذرّہ ذرّہ شاد ہوا مسرُور ہوا

اپنے دیس کے باغوں کا اغیار نہ اب پھل کھائیں گے

دیس کے ٹھنڈے میٹھے چشمے دیس کی پیاس بجھائیں گے

ہندو مسلم سکھ عیسائی مل کے رہیں گے آپس میں

اب نہ تماشا دیکھنے والے زہر ملائیں گے رس میں

اب جب دیس کے گلزاروں پر بادل گھر کر آئیں گے

اس کے رنگ برنگے منظر جنّت کو شرمائیں گے

بادِ سموم و صرصر کا گلزارِ وطن سے دُور گیا

ایک نیا دستور آیا ہے اور پرانا طور گیا

آزادی نے رنگ جمایا دورِ غُلامی بیت گیا

غیر کی چالیں ہار گئیں اخلاص ہمارا جیت گیا

لُٹیروں کی پسپائی

زمینِ خطۂ کشمیر سے بہ رُسوائی

ہزار شکر کہ اُکھڑے قدم لُٹیروں کے

مبارک امن و اماں تجھ کو وادیٔ کشمیر!

بہت اُٹھائے ہیں تو نے ستم لٹیروں کے

شدید بھوک سے تنگ آ کے لڑنے آئے تھے

بھرے ہیں گولیاں کھا کر شکم لُٹیروں کے

یہاں کی لوٹ سے تسکین نہیں ہوئی شاید
چلے ہیں قافلے سوئے عدم لیڈروں کے
خدائے پاک کی قدرت ہے مائل انصاف
بلند رہ نہیں سکتے علم لیڈروں کے

عُثمان

آلۂ نشر الصوت پہ جب تڑپی یہ خبر عُثمان گیا

اشکوں نے دی داد وفا دل اُس کا لوہا مان گیا

قوم کی خاطر جینے والا قوم پہ دے کر جان گیا

منزل کا سرگرم مسافر منزل کو پہچان گیا

قوم و وطن پر کر کے سپاہی کتنا بڑا احسان گیا

قوم و وطن کی ہر مشکل جب وقت ہوئی آسان گیا

دُور بہت ہی دُور کہیں کشمیر کا وہ مجذوب گیا

عرشِ بریں پر ایک ستارہ چمکا اور پھر ڈوب گیا

ہند کی نُصرت کا وہ طالب، ہند کا وہ مطلُوب گیا

فرض کا عاشق دنیا میں کب دُنیا سے مجذُوب گیا

جنگ کے ہنگاموں سے جس کی ذات رہی منسُوب گیا

جنگ کا بس انجام نہ دیکھا یے کے یہی ارمان گیا

نوشہرہ کی خاک سے حملہ آور کی بیداد سُنو

بچّوں بوڑھوں عورتوں اور مظلوموں کی فریاد سُنو

اور انہیں فقروں سے پھر عثمان کی بھی روداد سُنو
شہر ہوا یہ کیسے ظلم کے پنجے سے آزاد سُنو
اس گُلشن سے کیونکر بھاگ کے نکلا تھا صیّاد سُنو
بات بس اتنی سی ہے محافظ بن کے وہاں عثمان گیا
اے دُنیا سے جانے والے! لافانی ہے کام ترا
قوم و وطن کی عظمت کو ممتاز کرے گا نام ترا
ہند کی فوجوں میں ہر لب پر ذکر ہے صبح و شام ترا
محفلِ اہلِ دل میں رہیگا وقفِ گردش جام ترا

سُوئے شہادت گاہ بڑھا میدانِ عمل میں گام ترا

جان گنوا دی اور سلامت لے کے تو ایمان گیا

حُبِ وطن کے اے متوالے! شمعِ وطن کے پروانے

دشت و جبل میں گونج رہے ہیں تیری وغا کے افسانے

جن کو اُجاڑا دشمن نے تُو نے وہ بسلائے کاشانے

قائل ہیں تیرے ایثار و عمل کے اپنے بیگانے

تیری موت وہ موت ہے جس پر حیرت میں ہیں دیوانے

اپنے آپ کو فرض کی خاطر کر کے تو قربان گیا

تو وہ پُھول تھا موت نے جس کو بزم چمن سے چھین لیا

بزم چمن سے سُنبل و گل سے سرو سمن سے چھین لیا

ذوق سفر نے دُرِ عدن کو خاکِ عدن سے چھین لیا

لعلِ یمن کو دستِ اجل نے کانِ یمن سے چھین لیا

اُس محبوب کا موت نے جس کو اہلِ وطن سے چھین لیا

ذِکر رہے گا برسوں تک ''اک مردِ جلیل الشّان گیا''

ہمعصر شعرا سے

رفیقو! کشمیر جنّت نظیر کی حسین و دلفریب وادیاں آج جس طرح معرکۂ حق و باطل کی زد میں آئی ہوئی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایک جانب شیخ محمد عبداللہ کی زیرِ سرکردگی کشمیری عوام جنہیں انڈین یونین کی پوری حمایت حاصل ہے اپنے وطنِ عزیز کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے محوِ جہد و عمل ہیں اور دوسری جانب پاکستانی فوجیں نہ جانے کس کس کی امداد کے سہارے کشمیر کی آزادی کو سلب کرنے اور اس ارضی بہشت کو دوزخ کا نمونہ بنانے پر تُلی ہوئی ہیں۔

اس موقع پر آپ حضرات کا فرض ہے کہ آپ اپنی جولانیٔ طبع کو کام میں لاکر اُن جانباز سپاہیوں کے حوصلے بڑھائیں جو اپنے وطنِ عزیز کی خاطر سروں سے کفن باندھے دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ آپ کو قدرت نے ایک ایسا ملکہ عطا کیا ہے کہ آپ اس موقع پر قوم و وطن کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

ہندوستان آپ سے تقاضا کر رہا ہے کہ آپ اس موضوع پر قلم اُٹھائیے اور اہلِ وطن کے دلوں میں ایک ایسا جوش و خروش پیدا کیجئے کہ ہنگامۂ کشمیر بہ عجلتِ تمام ختم ہو جائے اور شیرِ کشمیر کا وہ خوابِ حسین — نیا کشمیر — جو اس نے دودِ کاک شاہی میں جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر دیکھا تھا بہت جلد اپنی تعبیر دیکھ لے۔

اس وقت تک متعدد شعرا اس موضوع پر قلم اُٹھا چکے ہیں اور جناب علی محمد طارق ان نظموں کو ترتیب دے رہے ہیں تاکہ انہیں کتابی صورت میں شائع کیا جا سکے۔ چونکہ اس موضوع پر متعدد مجموعے زیرِ ترتیب ہیں لہٰذا شاعرانِ کرام سے توقع ہے کہ وہ اپنے شہ پارے اوّلین فرصت میں طارق صاحب کی بیورو آف کشمیر انفارمیشن ۵۔ پرتھوی راج روڈ نئی دہلی کے پتے پر بھیج کر ممنون کریں گے تاکہ وہ ان کے کلام کو زیرِ ترتیب مجموعوں میں شامل کر سکیں۔

جگن ناتھ آزاد